گوری ماں

ماحولیاتی کمیشنر، کمیٹیوں، تنظیموں نے ایک شور مچایا ہوا ہے آلودگی، آلودگی، آلودگی۔ فضا آلودہ ہو رہی ہے، دریا سمندر آلودہ ہیں..... محسوسات کی اعلیٰ ترین بلندیوں کو چھونے والا بشر فضائی آلودگی سے جتنا باخبر ہے باطنی آلودگی سے ایک چوتھائی باخبر ہو کر شور ڈال دے..... اور فضائی آلودگی سے متعلق کمیشن و تنظیموں سے آدھے افراد لے کر باطنی آلودگی کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو تو فضائی آلودگی سے بہت پرے جا پہنچے..... باطنی احساسات کی وہ روشن دُنیا جو زمان و مکان کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہے..... جو بشر کی منزل ہے۔

اسی آلودہ فضا میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو طویل العمر ہونے کے باوجود نزلہ، کھانسی، بخار جیسی عام بیماریوں کے علاوہ کبھی کسی پریشان کن بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے..... ان کے روشن مسکراتے چہرے ان کی باطنی سرخوشی کا پتا دیتے ہیں۔ اس باطنی سرخوشی کا ماخذ صرف اور صرف ان کے باطنی اوصاف ہیں..... وہ انسانوں سے بے توقع ہیں..... اعضاء کا وظیفہ احساس ذمے داری سے پورا کرتے ہیں اور اللہ سے اچھے گمان کے ساتھ زندہ رہتے ہیں..... منرل واٹر نہیں پیتے ہیں، یہی پانی پیتے ہیں جو میسر ہے..... اور منرل واٹر پینے والے افراد سے کئی گنا زیادہ صحت مند ہیں..... تو دھیان یہی ہوتا ہے کہ ایک بیرونی فضائی آلودگی ہے، ایک اندرونی فضائی آلودگی ہے۔ اندر کی فضا باہر کی فضا سے زیادہ بے کراں و لاوسعت ہے..... لاانتہا ہے..... بلکہ بے کنار ہے۔

بدی..... بدصورتی ہے۔ نیکی خوبصورتی ہے۔

گنگا، جمنا میل سے اَٹ گئے..... اتنے کہ لگتا ہے ایک روز پٹ بھی جائیں گے۔
(ماحولیاتی رپورٹس کے مطابق)

ایک دریا نیکی کا ہے..... جو نہ کبھی اَٹا ہے نہ پٹا ہے..... یوں جیسے نام کا دریا حقیقت میں پاتالوں کا سلسلۂ دراز کوئی.....

سات آسمانوں کے چودہ طبق..... اور نیکی کے دریا کے کتنے طبق؟

چودہ کا ہندسہ ڈال کے برابر میں جتنی ہمت وتوفیق ہو صفر لگا لو..... بدصورتی کی کثرت ہو جائے تو..... تقاضائے بشریت ہے طبیعت مکدر واُداس ہوتی ہے۔

ایسے ہی نصیب لائی تھی گوری ماں..... ہوش آتے ہی دو باتوں کا بہت شدت سے احساس ہوا۔ ایک ماں باپ سے محرومی، دوئم نیکی کے دریا کی قربت کا..... شعور جاگا تو پاؤں دریا میں تھے اور نیکی ہاتھوں میں۔

سرخ گلاب جیسی تروتازہ مہکتی ہوئی نیکی جب اس نے پہلی بار دریا میں ڈالی تھی..... اسے اندازہ نہ تھا کہ یہ سلسلہ اس کے مقدر میں کسی رسم کی طرح مسلط ہے۔

اور پھر نیکی بھی اس عمر کی جب نیکی بدی کا شعور بھی نہ تھا..... محبت و ہمدردی کا جذبہ بجائے خود نیکی تھا۔

دوسری جماعت کے سالانہ امتحانات تھے..... نکمی ہم جماعت دیر سے اشارے کر رہی تھی کہ اس کی مدد کی جائے..... ترکیب وہ پرچہ شروع ہونے سے پہلے ہی بتا چکی تھی..... ممتحن ٹہلتی ہوئی آگے نکلی تو جھٹ کاپیاں بدلنے کا عمل انجام پذیر ہو گیا۔

جانے کس تنگ دل نے دیکھ لیا اور مس سے شکایت کر دی گئی..... خوب ڈانٹ پڑی۔ اصل مجرم کی چھان بین ہوئی..... نکمی صاف مکر گئی اور کہہ دیا کہ صابرہ رو رہی تھی اس لئے مجھے اس پر ترس آ گیا اور میں اس کا پرچہ حل کرنے لگی۔

اسی وقت اعلان ہوا کہ پچاس نمبر کے پرچے میں سے اس کے دس نمبر کاٹ لئے گئے ہیں اور یہ اس کے ''بڑے جرم'' کی رعایتی سزا ہے..... وہ چھکوں پھکوں روئی تھی اور بہت کوشش کی تھی کہ خود کو بے گناہ ثابت کر دے کسی طرح مگر اس ''ننھی شیطان'' سے وہ جیت نہ پائی تھی۔

یہ ہوش بے ہوش کے درمیان کی عمر کی پہلی بھلائی تھی..... اور بھلائی پر پہلی سزا..... اور پھر جانے ایسا کتنی بار ہوا..... اس نے بصید خلوص، خالصتاً دریا میں ڈالنے کے لئے بھلائی کی تھی..... دریا میں تو ہر بار ہی ڈالی گئی مگر سزا کی ٹیسیں مدتوں اُٹھتی رہیں..... نادیہ سر جھکائے خاموشی سے سن رہی تھی۔

''پھر گوری ماں.....؟'' اس نے بے کراں خاموشی پر چونک کر سر اُٹھایا۔

گوری ماں مسکرائی..... ''کچھ نہیں پھر..... ابھی تو تیری امی کے آپریشن میں کئی دن ہیں..... ابھی تو، تو ہے یہاں..... پھر کریں گے باتیں..... ڈاکٹر صاحب راؤنڈ پر آگئے تو ناراض ہوں گے..... وہ آگے ہی کہتے ہیں کہ میں اپنا خیال نہیں کرتی۔ دوا بھی کھانی ہے پت.....'' گوری ماں اڑسی ہوئی شلوار نیچے کر کے کچن کے دوسرے دروازے سے باہر نکل گئی۔

نادیہ چند ثانیے اسے آگے بڑھتا دیکھتی رہی، پھر فلاسک اُٹھا کر خود بھی اس وارڈ کی طرف بڑھ گئی جہاں اس کی ماں محوِ خواب تھی۔

♦ ♦ ♦

بنیادی طور پر تو یہ سینی ٹوریم ہی تھا۔ پیشانی پر نصب تختی کے مطابق اس کا سنگ بنیاد 1963ء میں رکھا گیا تھا یا اگر بھول ہو رہی ہے تو افتتاح ہوا تھا، خیر اب اس میں تمام امراض سینہ کا علاج بھی ہونے لگا تھا۔ نہایت وسیع و عریض سینی ٹوریم تھا۔ چہار سو ایک میدانی وسعت موجود تھی۔ اسی مناسبت سے سامنے کی طرف باغ تھا۔ جس کے مالی سے بھی نادیہ کی ٹھیک ٹھاک دوستی ہو گئی تھی۔ ڈاکٹرز کے مارننگ راؤنڈ کے دوانیئے میں تمام اٹینڈینٹس باہر باغ میں آ کر بیٹھ جاتے تھے۔

گوری ماں کو وہ پہلی بار ہی دیکھ کر چونک گئی تھی۔ شہری آبادی سے بہت دُور ہونے کی وجہ سے رات نو بجے ہی یوں محسوس ہونے لگتا تھا گویا آدھی رات گزر چکی ہے۔ سردیوں کی یخ رات تھی۔ وہ کچن میں دودھ گرم کرنے آئی تھی۔ یہی وہ مناسب وقت ہوتا تھا جب یہاں رش نہیں ہوتا تھا۔ تمام پیشینٹس، اٹینڈینٹس بستروں میں دبک چکے ہوتے تھے۔

کچن کا ایک دروازہ طویل بالکنی کی طرف کھلتا تھا اور دوسرا کاریڈور میں۔ وہ بالکنی کے

دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی اور ٹھٹک کر رہ گئی تھی۔ عنابی پھولدار شلوار قمیص، سیاہ گرم چادر پہنے کوئی عورت بہت تندہی سے سنک صاف کر رہی تھی اور رگڑائی کے دوران باقاعدہ ہل رہی تھی۔ اس نے شلوار اوپر اڑس رکھی تھی۔ اس کی دودھیا پنڈلیاں پارے کی طرح چمک رہی تھیں۔ نادیہ کو پنڈلیاں دیکھتے ہی اس کا چہرہ دیکھنے کا بے قرار سا اشتیاق ہوا، وہ متوجہ کرنے کے لئے کھنکاری۔ کام میں مصروف عورت نے ایک لمحے کو مڑ کر نادیہ کی سمت دیکھا تھا۔

اوہ خدایا..... کیا نورانی چہرہ تھا، وہ قسم کھا سکتی تھی کہ اس نے اپنے حواس میں، جاگتے میں کبھی ایسا پریوں جیسا حسن نہیں دیکھا تھا۔

بس یہی دھیان آیا..... اس قادر مطلق کی قدرت حدود کے تصور سے ماورا ہے..... یہاں کوئی ایسا فارمولا نہیں جو ''بس'' کی ایکویشن، بیلنس کر کے دکھا سکے۔ کوئی شے انتہائی یا آخری نہیں۔ بے بس و محدود عقل کی عزت اسی میں ہے کہ وہ کچھ بھی وقوع پذیر ہونے کے لئے تیار رہے۔ عقل کی حیرانی اس کی ایک طرح سے شرمساری ہے کہ جب ''اس'' کو لامحدود و بے کراں مان لیا تو حیرت کیسی؟

''آج ہی آئی ہے پت.....؟'' وہ جیسے اپنے حواس سے اسے ساکت و جامد محسوس کر چکی تھی۔

''جج..... جی.....! میری امی ایڈمٹ ہوئی ہیں.....'' اس عورت کے پہل کرنے سے اسے بات کرنے کا حوصلہ ملا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا، وہ اسے پھر دیکھے اور بہت جی بھر کے دیکھے۔ اس عمر میں اس عورت کا یہ حال ہے تو جوانی میں کیا ہوگی؟'' اس کی سوچ بجا تھی۔

''کیا ہوا ہے تیری امی کو؟'' عورت نے اپنے کام کو آخری ٹچ دیا۔

''جی ان کی پسلیوں کی جگہ ایک چھوٹی سے گلٹی نمودار ہوئی ہے، اس کی بائی اپسی ہوگی۔''

وہ اس عورت کے ایک ایک نقش کا اس طرح جائزہ لے رہی تھی جیسے کوئی دلچسپ کتاب پڑھ رہی ہو۔

''اوہو..... ہو..... کوئی فکر کی بات نہیں..... یہ تو ڈاکٹر یونہی صاف کر دیں گے۔'' عورت دوبارہ کام میں مصروف ہوگئی۔

''آپ یہاں.....!''

''عورتیں بڑا گند کرتی ہیں..... آخر کھانے پکانے کی جگہ ہے، کوئی غسل خانہ تو نہیں۔ پتا نہیں اپنے گھروں میں کیا کرتی ہیں۔ بندے کو صفائی کی عادت ہو تو کسی جگہ ہو صفائی کا خیال کرتا ہے۔'' عورت خود کلامی کے انداز میں بول رہی تھی۔ نادیہ کی بات منہ ہی میں رہ گئی تھی۔

''یہ تو دو چار ہفتے کاٹ کر چلی جاتی ہیں، زیادہ سے زیادہ مہینہ دو مہینہ۔ مجھے تو مگر خیال کرنا پڑتا ہے۔ میرا تو گھر ہے یہ، مجھے تو رہنا ہی یہیں ہے۔'' وہ پھر بڑبڑائی۔

''آپ یہیں رہتی ہیں..... کام کرتی ہیں.....؟''

اس نے نہایت حسین اور ''سلم'' عورت کو قدرے تاسف سے دیکھا جو بڑھاپے کے بیابان میں قدم رکھ چکی تھی۔

''چچ چچ..... اس قدر مثالی حسن اور یہ آیا گیری..... کون کہتا ہے حسین صورت حسین مقدر کی ضمانت ہے۔؟''

''نہیں پت.....! میں بھی پیشنٹ ہوں۔'' ڈاکٹروں نرسوں کی صحبت میں بہت سا وقت کاٹنے کی وجہ سے وہ بہت اعتماد اور صحیح تلفظ کے ساتھ انگریزی الفاظ استعمال کرنا سیکھ گئی تھی کہ بظاہر تو قطعی ناخواندہ دکھائی دیتی تھی۔

''پیشنٹ.....؟ پھر آپ کام کیوں کر رہی ہیں؟'' نادیہ نے حیرت سے پوچھا۔

عورت پلٹ کر بہت دلفریب و دلکش انداز میں مسکرائی۔ ''ایک پھیپھڑا ختم ہو چکا ہے..... دوسرا ''اتنا'' سا باقی ہے۔''

عورت نے اُنگلیوں سے زاویہ بنا کر اتنے یقین سے وضاحت کی گویا پھیپھڑا فیتے سے ناپتی رہی ہو۔ نادیہ تو بھونچکا سی رہ گئی۔

''گندگی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی..... رہنا یہیں ہے تو پھر کیا..... گھر ہے یہ میرا..... تو صفائی بھی خود ہی کرنا ہے، یہ عورتیں بڈھے طوطے اب کیا انہیں سکھاؤں بتاؤں..... اشارے سے کہہ بھی دیتی ہوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ چولہوں پر دودھ اُبال دیتی ہیں۔ سنک میں موٹا کچرا پھینک دیتی ہیں۔ اِدھر اُدھر روٹیوں کے ٹکڑے پھینک دیتی ہیں..... یہ دیکھو، دروازے کے پاس سالن پڑا ہے..... اب یہ جوتوں چپلوں میں لگ کر کہاں تک گیا ہوگا..... ایک تو میں خود بیمار..... اوپر سے ان عورتوں کی یہ جان جلانے والی حرکتیں'' عورت لوٹے میں پانی لے کر جھاڑو

سے وہ جگہ دھونے لگی جہاں سالن گرا ہوا تھا۔

''آپ کہہ رہی ہیں کہ یہ سینی ٹوریم ہی آپ کا گھر ہے۔تو کیا دُنیا میں آپ کا کوئی عزیز رشتے دار نہیں ہے؟ مائنڈ مت کیجئے گا یونہی پوچھ رہی ہوں۔'' نادیہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ جھجک یوں تھی کہ عورت اس طرح پے در پے سوالات سے چڑ نہ جائے۔

''ہیں، کیوں نہیں ہیں..... سگا بھائی ہے، بھاوج ہے، ان کے بچے ہیں..... چار چھ مہینے بعد چلی جاتی ہوں دو چار دن کے واسطے۔تب انہیں بھاری پڑتی ہوں۔میری دس سال کی بھتیجی کہتی ہے۔

''بے جی کچن میں نہ آیا کرو ہم سب بھی بیمار ہو جائیں گے۔''

میں بھاوج سے کہتی ہوں۔''فوزیہ! اپنی اولاد سے کیوں دھکے دلواتی ہے جو کہنا ہے خود کہہ لیا کر۔''

عورت نے اپنی سادہ و سحر انگیز مسکراہٹ کے ساتھ نادیہ کی طرف دیکھا اور شڑاپ شڑاپ فرش دھونے لگی..... دُکھ کی ایک لہر نادیہ کے وجود میں خنجر کی طرح یہاں وہاں چلتی محسوس کی۔

''جب تک میں یہاں ہوں..... میں صفائی کر دیا کروں گی۔'' اس نے ہمدردی سے اپنی خدمات پیش کیں۔

''جیتی رہ پت..... نصیبہ اچھا کرے رب..... تو جوان بچی ہے..... آزاد ہرنی ہے۔تو نے اپنے حصے کی چوکڑیاں بھرنی ہیں ابھی..... احتیاط کیا کر جب اِدھر عورتیں ہوں تو، تو نہ آیا کر..... مجبوراً آنا ہی پڑے تو ناک منہ کپڑے سے ڈھک کر آیا کر۔'' عورت نے بہت محبت سے سمجھایا۔

''مجھے حفاظتی ٹیکہ لگا ہوا ہے۔'' نادیہ نے بے فکر مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

''پھر بھی احتیاط اچھی چیز ہے۔سوہنا رب تجھے بہاریں دکھائے۔آمین۔'' وہ حسین عورت دُعا کے نور میں اور بھی چمکنے لگی۔

نادیہ نے چولہا جلا کر دودھ کا برتن اس پر رکھ دیا۔عورت بھی صفائی سے فارغ ہو کر خوشبودار صابن سے ہاتھ دھو رہی تھی جو اس نے سرخ رنگ کی صابن دانی میں رکھا ہوا تھا اور وہ

صابن دانی اس نے ایک موٹے پلاسٹک کے لفافے سے نکالی تھی۔ عورت کی وضع قطع، حرکات و سکنات متعلقہ اشیا ہر چیز میں ایک نفاست و ترتیب تھی۔

''صبح میں آپ کا ہاتھ دیکھوں گی۔'' نادیہ نے بے تکلفی اور اپنایت سے کہا۔

''اچھا.....!'' عورت ہنسی۔ ''نجومن ہے تو.....؟''

''نہیں تو بس ایسے ہی شوق ہے..... مجھے دُنیا کی ہر چیز میں دلچسپی ہے مجھے لگتا ہے دُنیا میں کوئی بھی چیز بے کار نہیں ہے۔ اللہ کی ذات اتنی حلیم و حکیم ہے.....اس کی پیدا کی ہوئی کوئی بھی چیز بے کار فالتو یا بلاوجہ نہیں ہو سکتی.....اللہ کی صحیح پہچان ہی علم کے راستوں سے گزر کر ہوتی ہے یہ اور بات ہے کہ لوگوں نے محنت کئے بغیر اِدھر اُدھر سے تھوڑا بہت اُچک کر پیٹ کا دھندا بنا لیا اور محنت کرنے والوں کو بھی بدنام کر دیا۔''

''ماشاء اللہ..... بڑی سیانی ہے تو تو۔'' عورت مسکرائی۔

''ویسے میں دیکھتی نہیں ہوں..... کسی میں کوئی خاص بات محسوس ہوتی ہے تو دیکھتی ہوں ورنہ لوگ جھوٹ سچ کی بحث میں اُلجھ جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے چالیس دن دُعا قبول نہیں ہوتی، کوئی کہتا ہے چالیس دن نماز قبول نہیں ہوتی، حالانکہ بندہ تھوڑی سی عقل سے کام لے تو بات سمجھ آسکتی ہے!..... کیا انسان خود بنا ہے؟ کوئی زخم لگ جائے تو عمر بھر داغ ساتھ لئے پھرتا ہے۔ ایک داغ تو ٹھیک کر نہیں سکتا اور کیا کرے گا؟ جو کچھ بھی بنایا اللہ نے بنایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ کائنات پر غور کرنا بھی عبادت ہے۔ تو کائنات میں تو سب ہی کچھ آجاتا ہے..... یہ دُوسری بات کہ سیکھنے کی کوئی حد نہیں ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسے سب کچھ آتا ہے..... کمی، کسر..... غلطی کے امکان ہر جگہ رہتے ہیں کہ صحیح علم ''وحی'' ہے جو صرف پیغمبروں پر آئی ہے..... دُوسرے انسانوں کو تو محنت کر کے ہی سیکھنا ہوگا.....اس لئے آپ شک نہ کریں آپ کی انشاء اللہ ساری نمازیں قبول ہوں گی۔''

وہ کھلکھلا پڑی۔ ''پت..... تیری عمر کیا ہے؟'' عورت مبہوت سی کھڑی تھی۔

''سات مہینے بعد پورے انتیس سال کی ہو جاؤں گی۔'' اس نے ٹھیک عمر بتائی۔

''ماشاء اللہ..... فکر نہ کر، میں تجھے اپنا ہاتھ ضرور دکھاؤں گی۔ تو مجھے بہت اچھی لگی ہے۔ پڑھی ہوئی بھی ہے۔ ادب تمیز والی بھی ہے۔ ہمدرد بھی ہے۔'' عورت نے اپنی چیزیں سمیٹیں اور

نادیہ کی طرف بہت محبت سے دیکھا۔

''میں آپ کو کیا کہوں؟ اماں..... یا آپا.....؟'' نادیہ نے پوچھا۔

''پت سارا اسپتال مجھے گوری ماں کہتا ہے..... آپائیں، مامائیں، نرسیں، ڈاکٹر، وارڈ بوائے..... سب۔ اب تیری مرضی تو چاہے جو بول۔'' گوری ماں باہر نکل گئی۔ نادیہ چولہا بند کر کے کسی گہری سوچ میں مستغرق ہو چکی تھی۔

♦ ♦ ♦

اگلے روز اس نے بے قراری کے ساتھ اس وقت کا انتظار کیا جب گوری ماں اس کے ہاتھ لگنا تھی۔ صبح کی چمکیلی دُھوپ برآمدے میں اُتر آئی تھی۔ اسی لمحے گوری ماں اپنی چھوٹی سی صراحی اُٹھائے نظر آئی۔ وہ دُور سے ہی نادیہ کو دیکھ کر مسکرائی۔

''کیا کر رہی ہے پت.....؟'' وہ قریب آ کر پوچھنے لگی۔

''آپ کا انتظار.....'' وہ بھی جواباً مسکرائی۔

''ہاں..... ہاتھ دیکھے گی ناں تو میرا..... میں تو بھول ہی گئی تھی۔ دراصل ایسی باتیں تو وہ یاد رکھتے ہیں جنہیں یہ شوق ہوتا ہے کہ آگے کیا ہوگا۔ مجھے تو پتا ہی ہے کہ آگے کیا ہوگا، دوسرا پھیپھڑا ابھی اتنا سارہ گیا ہے۔'' اس نے اُنگلیوں کے اشارے سے مسکراتے ہوئے بتایا۔

''ڈوبتی ناؤ..... اور ایسا سبھاؤ۔'' نادیہ نے اپنے اندر عظیم دُکھ اُترتا محسوس کیا۔

''لے دیکھ.....'' گوری ماں نے اپنی سفید ہتھیلی اس کے سامنے پھیلا دی۔

''اُف..... جن کے دُکھوں کی کوئی حد نہیں ہوتی، ان کے حوصلوں کی بھی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اتنے ڈھیر خنجر اور ایک نازک دل.....'' نادیہ نے اذیت سے ایک لمحے کو آنکھیں بند کر لیں۔

''اتنے دُکھ گوری ماں.....!'' وہ بے ساختہ بولی۔

''تین خصمی'' ہوں..... جن میں سے بیوہ کسی ایک کی بھی نہیں ہوں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے بتایا..... وہ جیسے خود اپنے آپ پر مسکرائی تھی۔

''کوئی آپ کو اپنا کر بھی چھوڑ سکتا ہے.....؟ ایسا حسن، شگفتگی، شائستگی؟'' اس کے منہ سے

بے ساختہ نکلا۔

''جس طرح روٹی رزق نصیب کا ہوتا ہے اسی طرح وفا بھی نصیب سے ہوتی ہے پت.....! تو نے سنا نہیں روپ کی روئے، کرم کی کھائے۔''

''آپ کی پہلی شادی تو بہت کم عمری میں ہوئی تھی غالباً.....!'' وہ ہتھیلی کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

''چودہ سال کی تھی، تیس سال کی سوت پر گئی تھی۔ ہمارے ہاں تو لڑکی والے پیسے لے کر بیٹی دیتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ پیسا خرچ کر کے جو لے جائے گا وہ مال کو درد کرتے ہوئے اپنی بیوی کو کنوئیں میں نہیں پھینکے گا۔'' وہ دھیرے سے ہنسی۔

''اس نے بڑے دام چکائے تھے میرے۔ میری سوت سدا کی بیمار تھی..... بچے کئی تھے..... میں نے سوچا اب عمر یہیں کاٹنی ہے تو اس کی اولاد کو اپنا کر لوں..... بچوں کی خدمت میں لگ گئی..... بس یہی گناہ ہوا..... وہ بولی۔

''تو میری اولاد ہتھیار رہی ہے.....'' ایسے ایسے عیب الزام لگائے مرد نے کہ اپنے مال کا بھی درد نہیں کیا..... کاغذ لکھ کر دے دیا۔ پھر آ گئی بھائیوں کے در پہ، ماں باپ تو تھے نہیں..... بھاوجیں بولیں اتنی خوبصورت، صحت مند عورت وہ بھی پیسے خرچ کر کے کی ہوئی کون چھوڑتا ہے۔ سوت پر الزام لگاتی ہے، اپنے آپ کو بچاتی ہے..... دُنیا میں ماں سے زیادہ کون چاہتا ہے، وہ بھی سوت کی اولاد کو.....'' گوری ماں نے گہری سانس لی اور پھر مسکرا دی۔

''پھر.....؟'' نادیہ نے بے تابی سے پوچھا۔

''پھر یہ کہ بھاوجوں کی خدمت کر کے روٹی کھانے لگی..... پھر یہ نیکی بھی گلے پڑنے لگی۔ رشتے آتے تو ٹال مٹول ہوتی کہ مفت کی خادمہ چلی جائے گی۔'' وہ مسکرائی۔ ''پھر بھی چھوٹے بھائی کو ذرا ذمے داری کا احساس ہوا۔ پانچ سال ہو گئے تھے بیٹھے ہوئے اسی کے کسی دوست نے رشتہ لگایا۔ کنوارا تھا مگر غربت بہت تھی۔ اپنی تقدیر سمجھ کر چپ ہو رہی۔

بھلے مانس کو مال و دولت نہیں ملی تھی تو کیا ہوا، شکل کی دولت بہت ملی تھی۔ وہ کہتا تھا تیرا حسن ایسا ہے تیرے تو چاہنے والے بہت ہوں گے..... بے چارے کی راتوں کی نیندیں اُڑ گئی تھیں۔ یوں میری راکھی کرتا تھا جیسے فصلوں کی کرتے ہیں..... میری ہمسائی کو کینسر تھا۔ ایک روز

جب وہ اسپتال میں داخل ہوئی تو میں نے اس کے مرد کو روٹی پکا کر بھجوادی۔ وہ بھی میرا بہت خیال کرتی تھی..... بس میرے مرد نے آسمان سر پر اُٹھالیا کہ اس کی بیوی مر رہی ہے اس لئے وہ مجھ پر ڈورے ڈال رہا ہے..... شک نے اس کی زندگی اجیرن کر کے رکھ دی تھی..... میرے اوپر پابندی لگادی کہ کچھ ہو جائے گھر سے باہر قدم نہیں نکالوں گی..... دوسرا کے گھر بسا تھا..... مرتی کیا نہ کرتی۔ عورت کو ایک بار طلاق ہو جائے تو اس سے بڑا مجرم کوئی نہیں ہوتا..... ساری عمر چکی میں پستی ہے۔

پھر ایک روز وہ خود مجھے بھائیوں کے گھر چھوڑ گیا کہ مجھ سے خزانے پر سانپ بن کر نہیں بیٹھا جا رہا..... یہ بدچلن عورت ہے، حسین بھی بہت ہے۔ میں راکھی کرتے کرتے پاگل ہو گیا..... سنبھالو اپنا مال..... پڑوسی آنکھ لگا کر بیٹھا ہوا ہے۔ میں حیران پریشان سوچتی رہ گئی کہ یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا..... میرا گناہ کیا ہے۔؟

عورتیں عام سی شکل کی ہوتی ہیں بن ٹھن کر رہتی ہیں تو خوبصورت لگنے لگتی ہیں بازاروں میں گھومتی ہیں۔ رشتے داروں سے ملتی جلتی ہیں۔ کتنی آسان زندگی ہوتی ہے، کوئی انہیں پہروں میں نہیں رکھتا۔ مجھے تو اللہ نے بنا سنوار کر بھیجا تھا یہی میرا قصور بن گیا..... میرے خصموں کے علاوہ کبھی کسی غیر مرد نے میری صورت نہیں دیکھی تھی مگر ان کی نیندیں اُڑی رہتی تھیں۔

میری خدمت شاید میرے حسن سے زیادہ کبھی نہیں رہی۔'' گوری ماں ہنسی۔ ''جس کا بھی دل ہاتھ میں لینے کی کوشش کی۔ لینے کے دینے پڑ گئے۔ جس عورت کی زندگی میں وفا نہ ہو، اس کی زندگی کیا جیسے بغیر نمک کا سالن۔ عورت بدصورت ہو تو یہ اس کا قصور، بہت خوبصورت ہو تو یہ اس کا قصور..... بدصورت ہو تو کوئی دل نہیں دیتا، خوبصورت ہو تو دل کے بازار میں کھڑی کر دی جاتی ہے..... حالانکہ عورت کا اصل حسن تو یہ ہے کہ کسی ایک دل میں آباد ہو۔''

''پھر کیا ہوا گوری ماں.....؟'' نادیہ نے بہت دُکھ سے بہت حسین چہرہ دیکھا۔

''پھر کیا ہوا..... دین میں پڑوسیوں کے بڑے حق ہیں مگر خوبصورت عورت کو یہ نیکی مہنگی پڑ سکتی ہے۔ نیکی تو نیکی ہوئی پت..... سب سے بڑا حسن ہی نیکی ہے۔ پر اتنی بات زیادہ کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس نے مجھے طلاق بھجوادی..... پڑوسی کی بیوی نے ایک دن مر جانا تھا اور پڑوسی نے مجھے بھگا لے جانا تھا۔''

گوری ماں حسب عادت پھر مسکرائی نادیہ کو اس کی مسکراہٹ سے خوف آنے لگا۔ دُکھ کے سمندر میں نوحوں کی ریت سے بنی کوئی چٹان جیسے۔

''پھر بھاوجوں نے بہت خاطر مدارت کی..... اپنی ساری تھکن مجھ غریب پر اُتاری جب سر چھپانے کا آسرا وہی تھا..... پھر دریا میں مگرمچھوں سے دوستی کر کے ہی رہا جا سکتا ہے۔

بھائیوں کو یقین ہو گیا کہ بہن ''صحیح'' نہیں ہے..... ورنہ دو مرد کیوں چھوڑتے، ان کے سامنے آنا بھی چھوڑ دیا..... ان کے موڈ خراب ہو جاتے تھے مجھے دیکھ کر۔ نیک بختوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ خراب عورت مزدوری کر کے ہڈیاں نہیں گھساتی، غلامی نہیں کرتی..... چار نوکروں کا کام اکیلی نہیں کرتی..... فجر کی اُٹھی کو رات کے بارہ بج جاتے تھے۔ چکی بن کر پستی تھی..... ان دنوں جتنا روئی پھر کبھی نہیں روئی..... اتنا روئی کہ آنسو ہی ختم ہو گئے۔ دیکھ پت.....! اب میری آنکھ نہیں بھیگتی..... ہر وقت ہنستی ہوں۔ اپنے حصے کا سارا رو لیا۔'' گوری ماں نے مسکرا کر نادیہ کی غمزدہ صورت دیکھی۔

''اتنی خدمت، اتنی مشقت..... نیکی کا دریا پھر نہیں پٹا گوری ماں.....؟'' اس کی دُکھ بھری آواز سرگوشی کی صورت اُبھری۔

''وہ نہیں پٹے گا..... اس کے کنارے نہیں ہیں۔ نظر کی حد میں تو واقعی نہیں ہیں۔'' گوری ماں ٹھنڈے فرش پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

''پھر کیا ہوا گوری ماں.....؟''

''پھر کیا، بھائیوں کو ''خراب بہن'' گھر میں رکھتے ہوئے بہت شرم آتی تھی۔ انہوں نے تیسرے خصم کا انتظام کر دیا۔ بھاوجیں حق میں نہیں تھیں..... انہیں آرام کی زندگی کا نشہ چڑھ گیا تھا۔ اگر ''خراب'' نہ ہوتی تو شاید بھائی کرتے بھی ناں اور بیویوں کی سن لیتے۔ میں نے بہتیرے ہاتھ جوڑے کہ ایک روٹی دے دینا، کونے میں پڑی رہوں گی..... مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔

یہ بھی کنوارا تھا۔ حسن کے چرچے سن کر آیا تھا۔ پھلوں کا کاروبار کرتا تھا۔ چار کمروں کا اچھا بڑا گھر تھا۔ خوب خوب آؤ بھگت کی۔ یوں لگا پچھلی ساری زندگی کی محنت وصول ہو گئی۔ ایک نوکرانی بھی لگا دی..... میرے میکے والوں کو خوب پھل کھانے کو ملے۔ بڑی ناز برداریاں

ہوئیں میری..... یا اللہ کیسے دن بدلے تھے۔ آج تک یقین نہیں آتا..... پھل والے کی بیوی بنی مگر سات سال تک مجھے پھل نہ لگے..... وہ تو بڑا کہتا تھا کہ اللہ کی مرضی مگر عورت اپنے مرد کے بدلے مزاج کو نہ سمجھے تو وہ عورت ہی کیا۔ اب مجھے اس بات کا خوف آتا تھا..... بدلا بدلا مزاج کہیں بہت نہ بدل جائے اور ''نئی'' لینے کے چکر میں پہلے مجھے رُخصت نہ کر دے..... پھر وہی بھاوجوں کی ماتحتی اور بھائی بھتیجوں کی چاکری۔

ایک رات میں اس سے بولی..... تو دوسری لے آ..... اولاد تیرا جائز حق ہے۔ میں کیوں تجھے محروم رکھوں.....؟ پہلے تو خفا ہوا..... پھر دھیما پڑ گیا۔ میں نے آخر اس کے دل کی بات بولی تھی۔

کہنے لگا..... ''تو اپنے ہاتھوں کرے گی..... تیری ہمت ہے؟ عمر بھر پوجا کروں گا۔ دوسری تیری باندی بن کر رہے گی۔''

میں نے ایک بے ماں باپ کی لڑکی دیکھی۔ اس کے بھائی بھاوج سے بات چیت کی۔ سات جوڑے بنائے..... اپنا زیور رکھا اور اپنے ہاتھ سوت بیاہ لائی۔ اپنے چاہنے والے مرد کی خوشی پوری کرنے کے لئے۔

پہلی رات سوت کے آگے دودھ کا گلاس رکھتے ہوئے کہا تھا۔ ''مجھے چار دیواری اور چھت سے زیادہ اب کسی اور چیز کی خواہش نہیں..... سب کچھ تیرا ہے۔ میری تجھ سے کوئی جنگ نہیں..... تجھے گھر تنگ پڑے تو میں صحن میں نیم کے نیچے چارپائی ڈال لوں گی۔ بس اتنی دُعا ہے کہ جس تمنا کے مارے تجھے لائی ہوں، اللہ وہ پوری کرے۔ میرے مرد کو اولاد کی خوشی ملے۔''

گوری ماں بولتے بولتے چپ ہوگئی۔ نادیہ نے اضطراری انداز میں پہلو بدلا۔

''پھر..... گوری ماں.....؟''

''پھر یہ پت کہ میری سوت کے دسویں مہینے بہت خوبصورت، چاند سا بیٹا ہوا..... میں نے یوں گود میں بھرا جیسے میری کوکھ سے پیدا ہوا ہو۔ مجھے اللہ نے اتنا حوصلہ دیا تھا کہ میں نے دوسری عورت کو اپنے مرد میں حصہ دے دیا تھا مگر وہ بہت چھوٹے دل کی نکلی..... اسے اولاد میں حصہ دینا بھاری گزرا۔

میں نے تو اپنا کھاتا کمانا گبرو مرداس کے حوالے کر دیا تھا..... اولاد سے میرے کون سے کام نکلنا تھے۔ بس اک یہ کہ ذرا گود بھر کر طبیعت ہلکی ہو جاتی تھی۔

اسے نیم کے نیچے پڑی چارپائی بھی کھٹکنے لگی۔ پتر جننے والی..... وہ بھی اولاد کو مدتوں ترسنے والے کی بیوی..... حکومت اسی کی ہونی تھی.....'' گوری ماں پھر چپ ہو گئی۔

اب نادیہ میں ''پھر'' کہنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ بھی خاموش بیٹھی رہی۔

''بھائیوں کے دروازے پر تیسری بار آئی تو یہ سوچ کر ہی چکر آنے لگے کہ یا اللہ ان بے نیازوں، پتھروں کے بیچ عمر کیسے کٹے گی.....؟ مگر میرا سوہنا رب بڑا مہربان ہے..... پھیپھڑوں میں داغ آ گئے۔ کھانسی بڑھ گئی۔ گھر میں جراثیم پھیلنے کا خطرہ ہوا اور وہ مجھے ہسپتال چھوڑ گئے۔ میرے رب نے مجھے ان کے نئے ''احسانات'' سے بچا لیا..... بھلی گزر رہی ہے۔ شکر ہے میرے مالک.....'' گوری ماں نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

نادیہ حیرت سے ٹکر ٹکر ان کی صورت دیکھنے لگی۔ یہاں تو چھوٹے چھوٹے مصائب و آلام پر اس نے لوگوں کو خدا سے لڑتے اور قسمت کو کوستے دیکھا تھا۔ ''آپ کو کتنا صدمہ ہوتا ہو گا جب لوگ آپ کی بھلائی کے جواب میں آپ کو دُکھ دیتے ہوں گے۔'' نادیہ کے لہجے میں گہرے دُکھ کا تاثر تھا۔

''پت.....! خون کے رشتوں کی بدلتی نگاہ سے زیادہ تیز دھار کوئی خنجر نہیں۔ میرے پھیپھڑے ٹکڑا ٹکڑا کٹنے لگے۔''

''صحیح بات ہے گوری ماں.....! بھلائی کا زمانہ ہی نہیں۔'' وہ بولی۔

''زمانہ انسانوں کے اعمال کا محتاج ہوتا ہے دھیئے۔ جیسی انسانوں کی نیت اور سوچیں ہوتی ہیں، انہیں کا رنگ زمانے سے جھلکتا ہے۔ اس طرح دل ٹوٹتے رہیں تو بھلائی کے حوصلے تو اپنے آپ ٹوٹ جائیں گے۔''

وہ گوری ماں کی اذیتوں میں قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔

''یہ سب بھلائی کرنے سے پہلے کے خوف ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے ''چھال'' (چھلانگ) مارنے سے پہلے آتش نمرود آتش ہے اور چھال کے بعد گلزار۔''

''جی.....؟'' نادیہ نے نہایت تعجب سے ان کی صورت دیکھی۔

''ہاں پت.....! ہر بھلائی سے تو پتا نہیں چلتا لیکن جب یہ عادت میں شامل ہو جاتی ہے تو جان بڑی ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ نیت بھلی ہو تو صبر اوپر سے آتا ہے اور جب نیت بھلی ہو تو سودے بازی کیسی.....؟ اچھا پت.....! چلتی ہوں..... اور تو کچھ بتایا نہیں تو نے ہاتھ دیکھ کر.....خیر.....! کیا بتانا بس اتنا سا تو رہ گیا ہے۔''

گوری ماں نے کھڑے ہو کر اس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ نادیہ کو رونا آ گیا۔

''اچھا پت.....صراحی بھر لوں.....ابھی تو تو ہے یہاں، روز ملاقات ہو گی۔ وہ آگے بڑھ گئی۔

''بھلا لگتی ہے یہ کہیں سے بیمار یا مدقوق.....؟'' وہ چھریرے بدن والی سرو قامت حسین و جمیل ذرا سے پھپھڑے کے ساتھ گزارہ کرنے والی گوری ماں کو دُور تک دیکھتی رہی۔ ''اگر بھلائی ہر سمت سے مشروط ہو جائے اور تنگ حوصلہ انسانوں کے ہاتھوں محدود ہو جائے تو نیکی کے دریا کو رزق کہاں سے ملے.....؟''

نادیہ نے گوری ماں کے حوصلوں کی برق کو اپنے اندر لپکتے دیکھا۔ چراغ سے چراغ جلنے کا محاورہ پوری وضاحت و صراحت کے ساتھ اس کے قلب پر رقم ہو گیا۔

''یا اللہ.....! جو روشنی یہ عورت قلب میں اُجال گئی ہے، اس کا اُجالا دائم ہو۔''

⌘ ⌘ ⌘